فرد کے مسائل اور منٹو کا افسانوی بیانیہ "خالی بوتلیں خالی ڈبے" کے تناظر میں

The Problem of the Individual and Manto’s Fictional Narrative: A Study in the context of Khali Botlein Khali Debay

☆ ڈاکٹر سبحان اللہ (اسسٹنٹ پروفیسر اردو، لاہور کالج)
☆☆ آمنہ کرن (لیکچرار اردو گورنمنٹ گرلز کالج مانیری
☆☆☆ لائبہ بی بی (بی ایس اردو گرلز کالج مانیری)

Abstract:
Saadat Hasan Manto was a witty, bold, sarcastic and outspoken person. He strongly disliked lies and hypocrisy. His famous short story collections include "Atash Pare", "Dhuwad", "Thanda Gosht", "Kali Salwar", "Bo" and "Khali Botlein Khali Deby"etc. His stories deeply reflect poverty, sexual problems, class differences and human psychology. The special feature of Manto's stories is realism, bold style, short but effective style and shocking ending.. Manto's collection of short stories "Khali Botlyn Khali Deby" is an important milestone in Urdu literature. This collection was written in the post-partition era, when society was in a state of severe chaos, uncertainty and moral decline. The stories included in this collection present a complete picture of the internal and external problems of the individual. Manto, while analysing human nature very meticulously, showed that the simpler and clearer a person appears to be, the more complex and contradictory he is in reality. The title of this collection is itself a symbol. "Khali Botlyn Khali Deby" represents the void that exists within man. This void is not only a void but also intellectual, spiritual and moral. Through this symbol, Manto made it clear that modern man has been cut off from his origin and his life has lost purpose.

Key word: Manto,person,bold ,realism,Khali Botlyn Khali Deby.

کلیدی الفاظ: منٹو، فرد کے مسائل، خالی بوتلیں، خالی ڈبے، شناخت، داخلی کرب، حقیقت پسندی، بے باکی

منٹو شوخ طبع، بے باک، طنزیہ مزاج اور سچ گو انسان تھے۔ انھیں جھوٹ اور منافقت بالکل پسند نہ تھی۔ اس لیے تنقیدی حلقوں میں تلخ حقیقت نگاری کے حوالے سے مشہور ہیں۔ منٹو نے ادبی زندگی کا آغاز ترجمہ نگاری سے کیا۔ ان کے مشہور افسانوی مجموعوں میں "آتش پارے"، "دھواں"، "ٹھنڈا گوشت"، "کالی شلوار"، "بو" اور "خالی بوتلیں خالی ڈبے" شامل ہیں۔ ان کے افسانے غربت، جنسی مسائل، طبقاتی کشمکش اور انسانی نفسیات کے عکاس ہیں۔ منٹو کے افسانوی مجموعے "خالی بوتلیں خالی ڈبّے" کو اردو ادب میں ایک سنگِ میل کی حیثیت حاصل ہے۔ یہ مجموعہ تقسیمِ ہند کے بعد کے دور میں لکھا گیا، جب معاشرہ شدید انتشار، بے یقینی اور اخلاقی زوال کا شکار تھا۔ اس مجموعے کے افسانوں میں فرد کے داخلی اور خارجی مسائل کی نہایت موثر انداز میں تصویر کشی کی گئی ہے۔ منٹو نے نہایت باریک بینی سے انسانی فطرت کا تجزیہ کرتے ہوئے یہ واضح کیا ہے کہ انسان بظاہر جتنا سادہ اور صاف نظر آتا ہے، حقیقت میں وہ اتنا ہی پیچیدہ اور تضادات کا شکار ہوتا ہے۔ اس مجموعے کا عنوان خود ایک علامت ہے۔ "خالی بوتلیں اور خالی ڈبّے" کے افسانے دراصل اس خلا کی نمائندگی کرتے ہیں جو انسان کے اندر

موجود ہے۔ یہ خلا صرف جذباتی نہیں بلکہ فکری، روحانی اور اخلاقی بھی ہے۔ منٹو نے علامتی انداز میں یہ واضح کیا ہے کہ جدید انسان اپنی اصل سے کٹ چکا ہے۔

طریقہ کار: نٹو کی شخصیت اور فن کے ساتھ ان کے افسانوں پر حقیقت نگاری، تقسیم ہند، سماجی شعور، سماجی مسائل، عورت، جنس، نفسیات، کردار نگاری اور تصورانسان وغیرہ کے حوالے سے متعدد تحقیقی مقالات اور کتابیں موجود ہیں۔ بطور خاص ممتاز شیریں کی کتاب "منٹونوری نہ ناری" اُن کے فن وفکر کا مکمل احاطہ کرتی ہے۔ جب منٹو کے حوالے سے اس تحقیقی وتنقیدی کام کا مطالعہ کیا گیا تو وہاں پر اس تحقیقی خلا کو محسوس کیا گیا کہ منٹو کے افسانوی مجموعہ "خالی بوتلیں اور خالی ڈبے" میں شامل افسانوں کو فرد کے مسائل اور منٹو کا افسانوی بیانیے کے باہمی تعلق کے تناظر میں الگ تحقیق موجود نہیں جسے اس مقالے کا موضوع بنایا گیا ہے۔ اس بنا پر یہ سوال اہمیت اختیار کرتا ہے کہ اس مجموعے میں منٹو فرد کے سماجی، نفسیاتی اور وجودی مسائل کو کن فنی اور بیانیاتی وسائل کے ذریعے پیش کرتے ہیں، اور یہ بیانیہ ان مسائل کی معنوی تشکیل میں کیا کردار ادا کرتا ہے۔ یہی موجودہ تحقیق کا بنیادی مسئلہ اور سوال ہے۔ اس طرح اس مقالے میں یہ بھی دیکھا جائے گیا ہے کہ "خالی بوتلیں اور خالی ڈبے" کے افسانوں میں فرد کے نمایاں مسائل کون کون سے ہیں؟ منٹو ان مسائل کس قسم کے افسانوی بیانیے کے ذریعے پیش کرتے ہیں؟

منٹو انفرادی نوعیت کا افسانہ نگار ہیں جنھوں نے عام روش سے ہٹ کر اپنے لیے الگ راستے کا تعین کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کے افسانوں کے موضوعات منفرد ہیں۔ ایک طرف اگر اُنھوں نے فطرتِ انسانی کو سامنے لانے کی کوشش کی تو دوسری طرف فرد اور اس سے جڑے مسائل کو بھی فطری انداز میں قلم بند کیا ہے۔ فرد کی فطری خواہشیں، جبلتیں اور جنسی رجحانات تک اس کی نظر سے مخفی نہ رہے۔ انھوں نے بے باکانہ انداز میں سماج کے گناؤنے چہرے سے پردہ ہٹانے کی کوشش کی ہے، جس کی وجہ سے اُن پر فحش نگار اور عریاں نگار کے الزامات بھی لگائے گئے۔ آپ ایک ماہر نفسیات کی طرح اپنے افسانوں میں انسانی فطرت کو بے نقاب کر کے بتاتے ہیں: کہ نہ زندگی اتنی سیدھی سادی ہے اور نہ انسان اتنا سیدھا سادہ اور شریف ہے جتنا نظر آتا ہے۔

ویسے تو منٹو کے تمام افسانوں میں فرد اور اس سے جڑے مسائل کو موضوع بنایا گیا ہے لیکن اُن کے افسانوی مجموعہ "خالی بوتلیں اور خالی ڈبّے" میں شامل افسانوں میں انسان کی داخلی، خارجی، سماجی، جنسی نفسیاتی اور معاشی مسائل کا بڑی چابک دستی سے احاطہ کیا گیا ہے۔ تیرا افسانوں پر مشتمل اس افسانی مجموعہ میں انسانی کرب، وجودی اذیت اور دیگر داخلی وخارجی مسائل کے مختلف پہلوؤں کو نہایت حقیقت پسندانہ انداز سے احاطہ کیا گیا ہے۔ اِس مجموعے کا نام بھی علامتی ہے جو انسان کے داخل کا خالی پن، جذباتیت وجود تنہائی اور سماجی بے معنویت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

اِس مجموعے کا پس منظر اُس دور پر منحصر ہے جب منٹو فسادات ہند اور نئی ریاستی اقدار سے دلبرداشتہ ہو چکے تھے۔ لہٰذا اُنھوں نے اُس دور کے وحشت زدہ، لالچی اور بے حس انسان کے رویوں کا اظہار اپنے افسانوں میں کیا۔ تقسیم ہند صرف دو قوموں کے الگ ہونے کا نام نہیں رہا بلکہ اس نے انسان کے پورے سماجی منظر نامے، اقدار، تہذیب، ثقافت حتیٰ کہ ذہنی اور جسمانی سطحوں پر بھی دیرپا اثرات چھوڑے ہیں۔ ان حالا

ت نے جس انسان کو جنم دیا وہ اخلاقی بے راہ روی کا شکار تھا۔ اُس کی روحانیت، سوچ و فکر، جذبات غرض سب کچھ جمود کا شکار ہو چکا تھا۔ اُس دور کا انسان بھی آج کے انسان کی طرح اندر سے کھوکھلا دکھائی دیتا ہے جس کے پاس زندگی گزارنے کا کوئی مقصد باقی نہیں رہا۔ اس کے خیالات منتشر اور جذبات سرد بن چکے ہیں۔ اسے دوسروں کے حقوق اور ذمہ داریوں سے کوئی غرض نہیں بلکہ صرف اپنے مفادات کی دوڑ میں لگا ہوا ہے۔ اگرچہ اردو فکشن کا اچھا خاصا حصہ تقسیم کے منظر نامے پر منحصر ہے لیکن مابعد نوآبادیاتی مطالعہ سے اس متن کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ موجودہ دور میں فرد کی شناخت کے مسائل اور ثقافتی بحران کا آغاز کب اور کیسے ہوا؟

یہ مجموعہ منٹو کی فکری پختگی، گہرے مشاہدے اور نفسیاتی شعور و ادراک کا تحریری ثبوت ہے۔ ان افسانوں کو پڑھتے ہوئے قاری صرف کہانی نہیں پڑھتا بلکہ وہ خود سے سوال کرتا ہے کہ کہیں میری زندگی تو اِن خالی بوتلوں اور خالی ڈبّوں کی مانند نہیں؟ کیا انسان فکری و جزباتی طور پر اندر سے خالی ہو چکا ہے؟ دراصل ان افسانوں میں موجود بیانیہ انسان کی اصل و حقیقی تصویر کا اظہار یہ ہے جو معاشرے اور سماج کے اصل چہروں کی نقاب کشائی کرتا ہے۔ ان افسانوں میں انسان کے اُس روپ کو سامنے لانے کی کوشش کی گئی ہے جس میں ہر فرد اپنی زندگی کے کسی نہ کسی گوشے میں تشنگی اور خلا کا شکار نظر آتا ہے۔ انسان کی باطنی قباحتیں اور محاسن دونوں اِن افسانوں میں نظر آتے ہیں۔

اس مجموعے میں شامل پہلا افسانہ "خالی بوتلیں اور خالی ڈبّے" ہے جس میں منٹو نے اُن مردوں کی نفسیاتی مسائل کو سامنے لانے کی سعی کی ہے جو عموماً شادی نہیں کرتے یا شادی میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتے۔ ایسے مرد عموماً اپنے اندر کے جنسی اور نفسیاتی خلا کو پر کرنے کے لیے عجیب و غریب حرکتیں کرتے ہیں۔ تنہائی کو مٹھانے کے لیے مختلف قسم کے نشوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ منٹو نے اُن کی زندگی کے ایک پہلو کو موضوع بنایا ہے کہ اکثر اوقات ایسے مرد خالی بوتلوں اور خالی ڈبّوں کو جمع کرتے ہیں۔ فالتوں جانور اور پرندے پالنا شروع کرتے ہیں:

> "سمجھ میں نہیں آتا کہ مجرّد مردوں کو خالی بوتلوں اور خالی ڈبّوں میں اتنی دلچسپی کیوں ہوتی ہے۔ یوں تو اس قسم کے مرد عموماً سنکی اور عجیب و غریب عادات کے مالک ہوتے ہیں لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ انہیں خالی بوتلوں اور ڈبے سے اتنا پیار ہوتا ہے؟ پرندے اور جانور اکثر ان لوگوں کے پالتو ہوتے ہیں۔۔۔ تنہائی میں ان کا کوئی تو مونس ہونا چاہیے لیکن خالی بوتلیں اور خالی ڈبّے، ان کی کیا غمگساری کر سکتے ہیں"؟۔ ا

منٹو اس افسانہ میں اپنے کئی دوستوں کا ذکر کرتے ہیں جو اس قسم کی عادات اور واقعات سے دوچار ہیں۔ مثلاً اُس کے دوست رام سروپ کی زندگی میں جب کوئی عورت نہیں تھی تو وہ سگریٹ اور رم پیتا تھا۔ رم کی بوتل اور سگریٹ کا ڈبہ جب خالی ہوتا تھا تو اسے پھینکا یا بیچا نہیں جاتا تھا بلکہ احتیاط سے اُسے کمرے میں رکھ کر جمع کیا جاتا تھا۔ کمرے سے اگر ایک بھی بوتل اِدھر سے اُدھر ہو جاتی تو وہ قیامت برپا کر دیتا تھا۔ لیکن جب رام سروپ کو ایک ایکٹرس سے عشق ہو جاتا ہے تو اُس کی زندگی میں تبدیلی آنے لگتی ہے۔ وہ تمام کتّے، بلیاں اور بندر حتی کہ خالی بوتلوں اور ڈبّوں کا کباڑ بھی ہٹا دیتا ہے۔ گویا اس کی زندگی کا وہ خلا پُر ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اس نے یہ عادتیں اپنائی تھیں۔ نفسیاتی اعتبار سے بھی جب کوئی خالی ڈبے یا بوتلیں پاس رکھتا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ ذہنی طور پر آگے بڑھنے کی جراءت سے محروم ہو چکا ہے اور ساتھ میں تبدیلی یا تجدید کی صلاحیت بھی کھو چکا ہے۔

"خالی بوتلیں اور خالی ڈبے" کے افسانے کسی خوابی دنیا کی منظر کشی نہیں کرتے بلکہ یہ زندگی کی سچی اور کھری تصویریں سامنے لاتے ہیں۔ تقسیم ہند کے بعد لکھنے کی وجہ سے تمام افسانے موضوعاتی اعتبار سے روایت سے ہٹ کر خونریزی، عصمت دری اور فسادات سے پُر منظر ناموں پر مشتمل ہیں۔ ممتاز شیریں بھی تقسیم کے بعد منٹو کی تحریری اور موضوعاتی موڑ سے اتفاق کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

"تقسیم ہند کے بعد منٹو کے فن اور منٹو کی شخصیت میں ایک نمایاں ارتقاء پایا جاتا ہے
یہ منٹو کی افسانہ نگاری کا نیا دور ہے صرف وقت کے لحاظ سے ہی نہیں بلکہ اس لحاظ
سے بھی کہ اس میں ہم منٹو کو ایک نیا منٹو پاتے ہیں"۔۲

منٹو کا افسانہ "سہائے" اس موضوع پر اہم افسانہ سمجھا جاتا ہے جو بنیادی طور پر دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں افسانے کے ایک کردار ممتاز کی پاکستان روانگی کی وجوہات بیان کیے گئے ہیں۔ جس کے تحت جگل، برج موہن، ممتاز اور واحد متکلم یعنی راوی کو فسادات اور اس کے درپردہ کام کرنے والے محرکات پر تبادلہ خیال کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ دوسرے حصے میں افسانے کے مرکزی کردار یعنی سہائے کے ایثار، خلوص اور اس کی انسانیت اور جذبہ دردمندی کو پیش کیا گیا ہے۔ یہ دونوں حصے ایک دوسرے سے الگ نہیں ہیں۔ پہلے حصے میں منٹو نے جس طرح مذہبی تعصبات کا ذکر کیا ہے جہاں انسان پر مذہبی جنون سوار ہو جاتا ہے اور ہر حد پار کرلیتا ہے۔ اپنے پرائے کا فرق بھول جاتا ہے۔ افسانے میں منٹو کا بیانیہ یہ ہے کہ انسان کے اندر مذہبی تعصب اسے کس طرح اخلاقی گراوٹ کا شکار بنادیتا ہے جبکہ دوسرے حصے میں سہائے کے کردار کی شکل میں اُس انسان کی تصویر پیش کرتے ہیں جو ہر قسم کے تعصب سے بے نیاز ہے۔ اگرچہ ایک غلیظ پیشے سے وابستہ ہے لیکن اُس کی شخصیت میں صداقت، بے لوثی، اخلاقی سچائی، ایمانداری اور ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ کٹر ہندو اور اپنے مذہب کا پکا ہونے کے باوجود دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کو کمتر نہیں سمجھتا۔ ہندو ہوتے ہوئے خود گوشت نہیں کھاتا لیکن دوسروں کو منع بھی نہیں کرتا:

"ایک دن میں اس کے یہاں گیا تو اس نے مجھ سے کہا: "آمنہ اور سکینہ چھٹی
پر ہیں۔ میں ہر ہفتے ان دونوں کو چھٹی دے دیتا ہوں تاکہ باہر جا کر کسی
ہوٹل میں ماس وغیرہ کھا سکیں۔ یہاں تو آپ جانتے ہیں سب ویشنو ہیں"۔۳

سہائے کے نزدیک اصل مذہب انسانیت ہے۔ جب وہ فرقہ پرستوں کے ہاتھوں زخمی ہو کر فٹ پاتھ پر اپنی جان دیتا ہے اس وقت بھی اس کے دل میں کوئی مذہبی رنجش پیدا نہیں ہوتی زندگی کے آخری لمحات میں جب وہ آخری سانسیں لے رہا تھا تب بھی اسے خود سے زیادہ سلطانہ اور اس کے پیسوں اور زیورات کا خیال تھا کہ کسی طرح یہ امانت اس تک پہنچ جائے۔ سہائے ایک گرے ہوئے پیشے کو اختیار کر کے بھی اپنے ضمیر اور اپنی روح کا سودا نہیں کرتا لڑکیوں کا دلال ہونے کے باوجود اپنے سینے میں ہمدرد دل چھپائے ہوئے ہیں:

"مذہب، دین، ایمان، یقین، دھرم، عقیدت، جو کچھ بھی ہے
ہمارے جسم کے بجائے روح میں ہوتا ہے جو چھرے، چاقو اور گولی

سے فنا نہیں کیا جا سکتا"۔۴

منٹو افسانہ "ٹوٹو" میں میاں بیوی کے رشتے اور ان کے درمیان موجود تنازعات: محبت یا نفرت کے تعلق اور ان کے والہانہ جذبات سے جڑے لاتعداد مسائل کو اُجاگر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔افسانہ میں عطا یزدانی طاہرہ سے شادی کرتا ہے۔دونوں کے مزاج میں چھیڑ چھاڑ اپن موجود تھا اس لیے لڑنا، جھگڑنا معمول بن گیا۔عین ممکن تھا کہ طلاق ہو جاتی مگر طاہرہ حاملہ ہو جاتی ہے۔کچھ عرصے بعد ان کے ہاں مردہ بیٹی پیدا ہو جاتی ہے جب منٹو کو اس کی بیوی یہ خبر سناتی ہے تو منٹو سوچنے لگتا ہے کہ:

"اگر اب طاہرہ اور عطا کا جھگڑا ہوا تو اسے کون ٹوٹو چکائے گا"۔؟۵

مذکورہ افسانے میں منٹو نے سماج کے فرد کے ازدواجی زندگی کی پیچیدگیاں، جذباتیت، عدم استحکام، مادیت پرستی اور خود غرضی کی بنیاد پر انسانی رنجش کا جس طرح سے تجزیہ کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔صاف ظاہر ہوتا ہے کہ رشتہ نہیں سمجھوتہ تھا۔افسانہ "رام کھلاون" بھی تقسیم ہند کے دوران ہونے والے فسادات کے تناظر میں لکھا گیا ہے اس میں دکھایا گیا ہے کہ کس طرح ان حالات نے فرد کی نفسیاتی، سماجی، معاشی، داخلی اور خارجی سطح پر اثرات مرتب کیے، جس میں فرد لامتناہی اُلجھنوں کا شکار ہو گیا۔مابعد نوآبادیاتی تصور کے مطابق جب کسی فرد پر مسلسل تشدد ہوتا ہے تو وہ خود بھی متشدد بنتا ہے اور یہ اُس کی نفسیاتی اُلجھنوں کا حصہ بن جاتا ہے۔یعنی بعد میں وہ خود بھی تشدد کرتا رہے گا۔کبھی بیوی پر کبھی بیٹے پر کبھی پڑوسی یا رشتہ دار پر۔چوں ہندوستانی مسلسل نوآبادیاتی جبر کے شکار رہے اس لیے تشدد یہاں کے فرد کی ذات اور نفسیات کا مسلہ بھی بنتا رہا۔

مذکورہ افسانے میں مرکزی کردار رام کھلاون کا ہے جو ایک خدمت گار، پُر خلوص اور وفادار دھوبی ہے جس کی ایمانداری اور معصومیت بے مثال ہے۔وہ اپنے مالکوں کی احسان فراموش نہیں کرتا۔تقسیم کے وقت جب ہر طرف افراتفری اور خونریزی کا ماحول تھا اور مسلمان ہندوؤں کو ہندو مسلمانوں کو مار رہے تھے، اس وقت رام کھلاون پر ان فسادات نے کیا اثرات مرتب کیے؟ اور اِسے کن مسائل سے دوچار کیا؟ منٹو نے اس افسانے میں بہترین طریقے سے ان کیفیات کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔منٹو کو ہمیشہ فرد کے داخل سے دلچسپی ہوتی ہے افسانہ "بسم اللہ" میں بھی منٹو فرد کے اندر کی دنیا کو کھوجتے ہیں۔"بسم اللہ" کے کردار کو دیکھا جائے تو اُس کی بڑی بڑی اور اُداس آنکھوں میں جانے کتنے افسانے چھپے ہوئے ہیں۔منٹو مسلسل اُس کی کھوج میں لگا ہے۔یہاں وہ بسم اللہ کو ظہیر کی بیوی کے طور پر روشناس کراتا ہے جو فلم میں کام کرنے کی خواہش مند ہے۔ظہیر فلم پروڈیوسر ہے۔بسم اللہ ظہیر کی بیوی ہے۔سعید اسے پسند کرنے لگتا ہے۔وہ بسم اللہ کا جسمانی قرب حاصل کرنے کا خواہش مند ہے۔کئی بار اسے موقع ملتا ہے لیکن اِس خیال کے پیش نظر کہ وہ اس کے دوست کی بیوی ہے وہ کچھ نہیں کر پاتا۔آخر میں جب پوری اصلیت اس کے سامنے آجاتی ہے کہ بسم اللہ ظہیر کی بیوی نہیں تھی بلکہ ایک ہندو لڑکی تھی جو فسادات میں یہاں رہ گئی تھی اور سعید اِس سے پیشہ کراتا تھا، تو منٹو کہتا ہے کہ وہ بڑی بڑی سیاہ اُداس آنکھیں اب سعید کا پیچھا کرتی رہتی ہیں۔ظہیر جو بظاہر مخلص اور ایماندار شخص دکھائی دیتا ہے جس کی ہر بات میں سچائی اور خلوص جھلکتا ہے اندر سے کتنا دوغلہ ہے۔ایک بے بس لڑکی کو کس طرح اپنے مقصد کے لیے استعمال کر رہا ہے اور اس سے پیشہ کرواتا ہے۔

افسانہ "ننگی آوازیں" کی کہانی میں فرد کے جنسی اور نفسیاتی مسائل، جذباتی اور داخلی کشمکش کی جس طرح سے عکاسی کی گئی ہے وہ نہ صرف سنسنی پیدا کرتی ہے بلکہ معاشرے میں موجود خرابیوں اور اجتماعی زندگی کے مسائل کا تجزیہ بھی کرتی ہے۔اس افسانہ میں بے تحاشہ بڑھتی ہوئی آبادی اور شہری زندگی کی گھٹن زدہ ماحول کی عکاسی کی گئی ہے۔اس گھٹن زدہ ماحول میں ماحولیاتی آلودگی اپنی جگہ پر لیکن اُس بھیڑ میں جنسی خلوت نہ ہونے کی وجہ سے ایک صحت منداور حساس نوجوان پر نفسیاتی حوالے سے کیا کیا اثرات مرتب ہوئے ہیں افسانے کا اصل بیانیہ وہ بنتا ہے۔

طوائف کی زندگی پر مبنی ایک بہترین کہانی "شانتی" کی صورت میں منٹو ہمارے سامنے لاتے ہیں۔اس افسانے میں اہم کردار شانتی کا ہے۔شانتی ایک کشمیری لڑکی ہے جو سری نگر میں نرس تھی۔محبت میں اپنے محبوب کے ہاتھوں دھوکہ کھانے اور اپنی عصمت دری کے بعد ممبئی میں آکر طوائف کا دھندہ شروع کرنے لگتی ہے۔اس کو اپنی ذات سے کوئی دلچسپی نہیں رہتی۔سرد مہری اور بے دلی اس کے کردار میں نمایاں نظر آتی ہے۔وجہ پہلی محبت کی ناکامی اور بے وفائی کا صدمہ ہے۔یوں اس کے اندر کی عورت، خواہشات اور جذبات سب مر گئے ۔پھر جب اس کی زندگی میں "مقبول" نامی شخص آتا ہے تو وہ اس کے مردہ جذبات اور بے کیف زندگی میں ہلچل مچا دیتا ہے۔یوں طوائف کا خول اُتار کر جب ایک نئی عورت شانتی میں پیدا ہوتی ہے تو مقبول ہمیشہ کے لیے اسے اپنا لیتا ہے۔دیکھا جائے تو منٹو فرد کے داخلی کرب اور نفسیاتی پیچیدگیوں کو کتنی گہرائی سے پیش کرتے ہیں۔یہاں پر محبت کی سیدھی سادی کہانی کا بیان نہیں۔جب شانتی محبوب کی بے وفائی اور ترک تعلق کا سامنا کرتی ہے تو اس کی شخصیت شدید نفسیاتی صدمے سے دوچار ہوتی ہے۔طوائف بن کر وہ اپنے وجود سے انتقام لینا شروع کر دیتی ہے۔منٹو اس کے طوائف بننے کو اخلاقی یا اقداری کمزوری نہیں سمجھتے بلکہ ایک ایسے فرد کی داخلی انہدام کو علامتی رنگ دیتا ہے جو محبت اور قبولیت و جذباتی سہارے سے محروم ہو چکا ہے۔افسانہ "خالد میاں" کا موضوع والد کا بیٹے کے بارے میں فکر مندی، نفسیاتی عدم تحفظ ،اور والدین کی ذہنی بے چینی ہے۔اس طرح خوف، عدم تحفظ، نفسیاتی اضطراب، وہم اور اندیشوں کے غلبے کے حوالے سے فرد کے الجھنوں کو اس افسانے میں نمایاں کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

معاشرتی اور مذہبی اقدار کے حوالے سے ایک فرد کے ذہنی و جذباتی احساسات پر مبنی افسانہ "دو قومیں" کی شکل میں ہمارے سامنے آتا ہے۔ اس افسانے کے ذریعے منٹو یہ بتانے کی کوشش کرتے ہیں کہ بعض اوقات ذہن کے طاقتور میلانات اور مذہبی تعصبات کی وجہ سے رومان و محبت اپنے گھٹنے ٹیک دیتی ہے۔افسانہ میں ایک مسلمان لڑکا مختار ہندو لڑکی شاردا کی محبت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ان کی محبت سچی اور لافانی ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے کے بغیر زندگی گزارنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔اس قدر شدید محبت ان کو بے حد قریب لاتی ہے اب شادی کی رسم باقی رہتی ہے۔جب مختار کے والدین شادی کی اجازت دے دیتے ہیں۔مختار جب یہ بات شاردا کو بتاتا ہے تو وہ پوچھتی ہے کہ :

> "کیسے ہو سکتی ہے ہماری شادی؟ مختار مسکرایا۔"اس میں مشکل ہی
> کیا ہے۔تم مسلمان ہو جانا!""شاردا ایک دم چونکی۔"مسلمان"۶

دونوں کے درمیان مذہب کی دیوار حائل ہو جاتی ہے۔ آخر کار شاردا مختار کو نفرت سے کہتی ہے جاؤ چلے جاؤ ہمارا مذہب بہت برا ہے۔ تم مسلمان بہت اچھے ہو۔ شاردہ کے لہجے میں نفرت تھی وہ دوسرے کمرے میں جا کر دروازہ بند کر دیتی ہے۔ یوں مختار اپنا اسلام سینے میں دبائے وہاں سے چلا جاتا ہے۔ منٹو کا افسانوی بیانیہ یہاں کچھ یوں بنتا ہے کہ:۔ جب بھی محبت اور سماجی و مذہبی شناخت کے درمیان کشمکش شروع ہو جاتی ہے تو عموماً محبت مذہبی اور سماجی حدود میں قید ہو جاتی ہے۔ یعنی محبت اُس وقت اپنی معنویت کھوں دیتی ہے جب اس کے ساتھ فرد کے عقیدے سے آزادی کی شرط عائد ہو جاتی ہے۔

منٹو کا افسانہ "مجید کا ماضی" بظاہر سیدھی سادی کہانی دکھائی دیتی ہے لیکن اس میں ایک فرد کے جذباتی اتار چڑھاؤ، نفسیاتی کیفیت، اس کی ماضی پرستانہ ذہنیت کا بڑی باریک بینی سے مشاہدہ کیا گیا ہے۔ منٹو اس افسانے میں ایک ایسے فرد کی ذہنیت اور اس سے وابستہ مسائل کا نقشہ کھینچتے ہیں جو ناسٹلجیا کی بیماری کا شکار ہے۔ وہ خود کو ماضی کے سحر سے نہیں نکال پا رہا ہے۔ اس پورے افسانے میں منٹو نے بہت تفصیل کے ساتھ مجید کی ذہنی مسائل اور ماضی پرستی کی تصویر کشی کی ہے۔ سماجی ناانسافی، اخلاقی تضاد، فرسودہ نظام پر مبنی منٹو کا افسانہ لائسنس ایک ایسی عورت "نیتی" کی زندگی کے گرد گھومتا ہے جو اپنے شوہر کی وفات کے بعد باعزت زندگی گزارنا چاہتی ہے۔ وہ خود تانگہ چلا کر محنت مزدوری شروع کرتی ہے مگر "نیتی" محسوس کرتی کہ شہر کے سارے کوچوان اس کو برا سمجھتے ہیں کہ وہ کیوں تانگہ چلا رہی ہے۔ کمیٹی والے اس کا لائسنس ضبط کر لیتے ہیں، وہ منت سماجت کرتی ہے کہ وہ کیسے اپنا پیٹ پالے گی؟ وہ کوشش کرتی ہے مگر مرد کی ذہنیت اور رویے اُسے اندر سے کاٹ دیتے ہیں۔ مثلاً کمیٹی والا افسر اسے کہتا ہے:

"جاؤ بازار میں جا کر بیٹھو۔ وہاں زیادہ کمائی ہے۔"۷

افسانہ "کتاب کا خلاصہ" المیاتی کیفیت کی کہانی ہے۔ جس کا مرکزی کردار ایک معصوم لڑکی بملا ہے جو رنڈوے باپ کی ہوس کا نشانہ بنتی ہے مگر زبان سے کچھ کہہ نہیں پاتی۔ بملا دراصل انور سے اپنی باپ کے روگ کے متعلق بہت کچھ کہنا چاہتی ہے لیکن کہہ نہیں پاتی۔ منٹو نے بملا کی بے بسی، بے زبانی، گھٹن اور ایک بڑے غم کو اپنے اندر سمونے کی دردناک آزمائش کو، اپنی طرف سے کچھ اس انداز سے بیان کیا ہے کہ حرمین سے ناجائز تعلقات کی پوری ہولناکی ہمارے سامنے آجاتی ہے۔ بملا باپ کے سامنے بے بس ہے وہ کسی کو اپنے کرب اور اذیت کے بارے میں نہیں بتا سکتی۔ افسانے میں طنزیہ اور مبہم انداز میں معاشرے میں موجود تلخ حقائق کو سامنے لانے کی کوشش کی گئی ہے ۔اس میں طنز کا ہدف وہ قربانی ہے جو بیوی کے مرنے کے بعد باپ بچوں کی خاطر شادی نہیں کرتا۔۔ منٹو جانتے ہیں کہ جنسی جذبے کو دبایا تو جا سکتا ہے لیکن مٹایا نہیں جاتا۔ یوں فطری راہ نہ ہونے کی صورت میں غیر فطری طریقوں سے ظاہر ہوتا ہے یہی اصل کشمکش ہے جو اس افسانے سمیت منٹو کے بعض دیگر افسانوں میں بھی ظاہر ہوتی ہیں۔ منٹو انتہائی استدلال اور حقیقت پسندانہ اسلوب و تکنیک کے ساتھ ان پیچیدہ اور پوشیدہ رازوں کی نقاب کشائی کرتے ہیں جو ہمارے معاشرے میں موجود ہوتے ہوئے بھی ہمیں دکھائی نہیں دیتے۔

مجموعی طور پر "خالی بوتلیں اور خالی ڈبے" کے افسانے اس حقیقت کو آشکارہ کرتے ہیں کہ منٹو کے نزدیک فرد کا سب بڑا مسلہ خارجی حالات سے زیادہ سماجی، نفسیاتی، اخلاقی اور بے جا مذہبی تعصب پرستی کا جبر ہے۔ کہیں محبت میں ناکامی انسان کو اپنی ذات سے بیگانہ

کر دیتی ہے، کہیں مذہبی تعصبات فرد کی ذاتی آزادی اور جذبات پر غالب آتی ہے۔ کہیں عورت ہونا معاشی استحصال اور جنسی ہراسانی کا موجب بنتا ہے تو کہیں گھر جیسے محفوظ جگہ پر بھی عورت جنسی تشدد کا شکار ہو جاتی ہے۔ کہیں مرد اور عورت ایک دوسرے کے بغیر ادھورے ہیں تو کہیں پر ایک دوسرے وال جان بنت ہے۔ منٹو ان مسائل کو جذباتی یا اخلاقی انداز سے بیان کرنے کی بجائے حقیقت پسندانہ اور بے باک افسانوی بیانیہ کے ذریعے پیش کرتے ہیں جہاں کردار اپنی تمام تر نفسیاتی الجھنوں، داخلی شکست وریخت اور سماجی جبر کے ساتھ سامنے آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ منٹو کے ہاں فرد محض ایک کردار نہیں رہتا بلکہ اپنے عہد کے ساتھ موجودہ عہد کا بھی سماجی، مذہبی، معاشی اور نفسیاتی بے حسی کا نمائندہ بن جاتا ہے۔ یوں اُس کا مسلہ پورے سماج کا مسلہ بن جاتا ہے۔ ساتھ میں منٹو کا افسانوی بیانیہ قاری کو ان تلخ حقائق سے روبرو کر کے معاشرتی تضادات کو آشکار کرتے ہیں

حوالہ جات

۱: سعادت، حسن منٹو "خالی بوتلیں خالی ڈبے" القا پبلشر لاہور ۲۰۱۹ء ص: ۱۱
۲: ممتاز شیرین، "منٹو نوری نہ ناری" ثاقب بک ڈپو، دہلی (۱۹۹۹ء) ص: ۱۲۷
۳: سعادت، حسن منٹو "خالی بوتلیں خالی ڈبے" القا پبلشر لاہور ۲۰۱۹ء ص: ۲۵
۴: ایضاً ص: ۲۳
۵: ایضاً ص: ۳۵
۶: سعادت، حسن منٹو "خالی بوتلیں خالی ڈبے" القا پبلشر لاہور ۲۰۱۹ء ص: ۹۰
۷: سعادت، حسن منٹو "خالی بوتلیں خالی ڈبے" القا پبلشر لاہور ۲۰۱۹ء ص: ۱۲